۵۳ء کی تحریک

تحفظِ ختمِ نبوت

اور

مجاہد تحریک ختم نبوت

مولانا عبدالستار خاں نیازی

جنہیں ۱۹۵۳ء کی تحریک کے دوران سزائے موت سنائی گئی تھی

المصطفیٰ ریسرچ سنٹر گوجرانوالہ
0300-7440640-0332-7440640
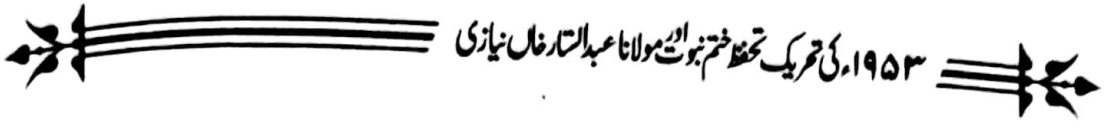
نام کتاب ------------- 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت
اور مولانا عبدالستار خاں نیازی

صفحات ------------- 24

بارِ اول ------------- 5000

بارِ دوم ------------- 1000

ملنے کے پتے

التاج لائبریری جامع مسجد سرکارِ مدینہ B.1 واپڈا ٹاؤن گوجرانوالہ
0300-7440640

علامہ محمد ریاض صاحب ورلڈ ختم نبوت یوتھ فورس (سادھوکی)
0300-5053982
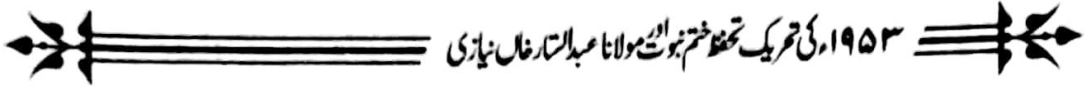
عرضِ ناشر

ختم نبوت کا عقیدہ، اسلام کا وہ بنیادی اور اہم عقیدہ ہے جس پر پورے دین کا انحصار ہے۔ اگر یہ عقیدہ محفوظ ہے تو پورا دین محفوظ ہے اور اگر یہ عقیدہ محفوظ نہیں تو دین کی عمارت متزلزل ہونے کا خدشہ ہر وقت لگا رہے گا۔ لہٰذا عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ پورے دین کا تحفظ ہے۔ اس لئے کہ اگر حضور تاج دارِ انبیاء، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا مان لیا جائے تو نہ قرآن کی حجیت باقی رہتی ہے اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت باقی رہتی ہے۔

قرونِ اولیٰ سے آج تک پوری امت مسلمہ کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا یا معجزہ مانگنا بھی کفر ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نزدیک اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اشاعت اسلام کے لئے شہید ہونے والے مردوزن کی کل تعداد 260 کے قریب ہے اور اس دوران قتل ہونے والے کفار کی کل تعداد 760 کے قریب ہے۔

جبکہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ جو معرکہ لڑا، اس میں بائیس ہزار کے قریب مرتد قتل ہوئے اور بارہ سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کا جام نوش کیا جن میں چھ سو کے قریب حافظ قرآن اور کچھ بدری صحابہ بھی تھے، جنہوں نے اپنی جانوں کا

نذرانہ پیش کر دیا مگر ختم نبوت کے عقیدے پر آنچ نہ آنے دی۔

مسلک مہذب ، اہلسنت و جماعت کے اکابرین نے ہر دور میں ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں اور تقریر و تحریر ہر دو میدانوں میں اس عقیدے کا تحفظ کیا۔ انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں مرزائیت کا فتنہ اٹھا تو اس کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ،تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہما اللہ علیہ تحریر کے میدان میں اس فتنہ خباثت کا رد کرتے رہے تو خطیب الاسلام صاجنرادہ پیر فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ خطابت کے میدان میں مرزائیت کے بخیے ادھیڑتے رہے۔

اکابرین کے نقوشِ پا کی تلاش میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہر میدان میں مرزائیت کا مقابلہ کیا اور اسے ذلت آمیز شکست سے دو چار کیا۔ آپ نے 1953ء اور 1974ء کی ختم نبوت کے لئے چلنے والی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ باالخصوص 1953ء میں جب اس وقت کے قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ کی خباثت کے باعث قادیانیت مخالف تحریک چلی تو اس میں مولانا نے بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ نے تحریک کی قیادت اس وقت سنبھالی ،جب مرکزی قیادت کے گرفتار کر لئے جانے کے بعد تحریک دم توڑ رہی تھی ۔مگر آپ نے اپنی مومنانہ بصیرت اور پرجوش اور جراءت مند قیادت سے اس تحریک میں ایک تازہ روح پھونک دی ۔لاہور کی تاریخی مسجد وزیر خاں کو مرکز بنا کر اس مردِ قلندر نے جس طرح ''دولتانہ حکومت'' اور مرکز کو ہلا کر رکھ دیا اس کی چند جھلکیاں آپ اس کتاب میں پڑھ سکیں گے۔

سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے کرم رہا ہے کہ ہزار ہا اندرونی اختلافات کے باوجود جب بھی عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آیا یہ سر بکف ہو کر میدانِ عمل میں
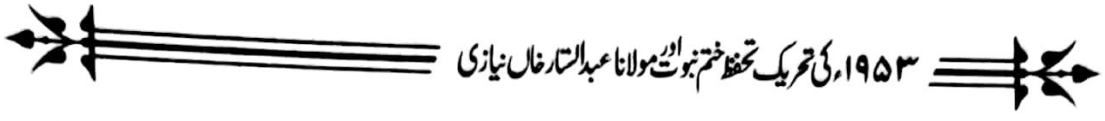
اتر آئے۔ 2017ء میں قومی اسمبلی کے حلف نامہ کی تبدیلی کے بہانے ختم نبوت کے قانون کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی تو دنیا گواہ ہے اور کیمروں نے محفوظ کر رکھا ہے کہ جب 70 سالوں سے ختم نبوت کے نام پر فنڈز ہڑپ کرنے والے کسی بھنگ کے نشے میں مست پڑے تھے۔ سوادِ اعظم کے فدائی اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر آتش و آہن کا سامنا کر رہے تھے۔ 53ء اور 74ء کی تحاریک کے شہداء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سینوں پر گولیاں کھائیں مگر جب تک حلف نامہ اصل صورت میں بحال نہیں کروالیا اپنی جگہ سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے۔

اور ابھی حال ہی میں جب ہالینڈ کے ایک کتے نے چاند کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی ناپاک جسارت کی تو سوادِ اعظم ایک بار پھر غیرتِ ایمانی اور محبت مصطفی ﷺ کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں کود پڑے۔ علماء، مفتیان اور پیرانِ عظام سب ایک ہی نکتے پر جمع ہو چکے تھے اور وہ نکتہ تھا۔

نماز اچھی ،روزہ اچھا ،حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

عوام ہالینڈ کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کئے ہوئے تھے اور ہمارا ایک ''بابا'' لانگ مارچ کرتے ہوئے درالخلافہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور دوسرا ''بابا'' گستاخوں کے اپنے ملک میں بیٹھ کر، ان کی صحافت کے سامنے، انہی کی زبان میں انہیں اس دریدہ دہنی پر للکار رہا تھا اور پاکستان کی تاریخ میں عوام پہلی بار حکومت کو اپنے ساتھ ایک ہی پیج پر دیکھ

رہے تھے۔اس جدو جہد اور عوام و حکومت کے اجتماع نے ایک بار پھر کفر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

مجاہد ملت، بطل حریت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی 1953ء کی تحریک میں خدمات پر مشتمل یہ کتابچہ پہلی مرتبہ ایسے وقت میں منظر عام پر آیا جب قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا تھا۔اس میں مجاہد ملت کے 1972ء کے ایک انٹرویو کے کچھ اقتباسات ہیں جن میں آپ نے 1953ء کی تحریک کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایمانی بصیرت کے تحت 7 ستمبر 1974ء کے روشن دن کی نوید بھی سنائی تھی۔

7 ستمبر 2018ء قادیانیت کے خلاف فتح عظیم کے دن اس مردِ حر، مردِ قلندر کے کارنامے پڑھیں، جو آواز دے رہا ہے ۔

اِک حرفِ دلنشیں ہوں مجھے بھولئے نہیں
آوازِ دوستاں ہوں مجھے یاد کیجئے

میرے بزرگ مہربان جناب عبیدالرضا عطاری دامت برکاتہم نے اس کتابچہ کی از سرِ نو اشاعت کی طرف توجہ دلائی۔ورلڈ ختم نبوت یوتھ فورس (سادھوکی) کے روحِ رواں علامہ محمد ریاض صاحب اور ان کی تنظیم کے متحرک کارکنان کے تعاون سے اس کی اشاعت ممکن ہوئی، اللہ تعالیٰ سب کو دارین کی سعادت مندیاں عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین

محمد عارف جاوید نقشبندی
بانی: المصطفیٰ ریسرچ سنٹر
واپڈا ٹاؤن گوجرانوالہ، یکم ستمبر 2018ء
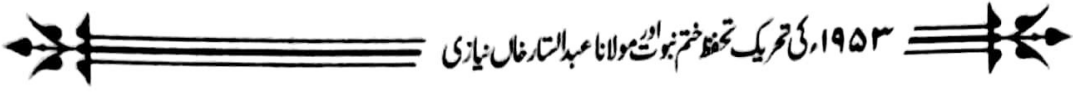
حرفِ اول (طبع اول)

بطل حریت، مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا عبدالستار خان نیازی جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ مولانا نیازی تحریک پاکستان کے ان رہنماؤں میں سے ہیں جنہوں نے قیامِ پاکستان کے لئے تن من دھن کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے قادیانیت کے فتنہ کی سرکوبی کے لئے پاکستانی مسلمانوں نے جب بھی تحریک چلائی، مولانا نیازی اس کے سرخیل رہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جو تاریخی فیصلہ قومی اسمبلی نے کیا ہے وہ صرف 1974ء کے شہداء واسیرانِ ختم نبوت، علماء اور کارکنوں کی مسلسل قربانیوں ہی کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں 1953ء کے شہداء اور اسیران کی قربانیاں بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔ ساتھ ہی سوادِ اعظم کے علماء نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک قادیانیت پر لٹریچر، مناظروں، مضامین اور تقاریر کے ذریعہ جو کاری ضربیں لگائی ہیں اس نے ہی دراصل اس تحریک کو مسلسل زندہ رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اگر برصغیر میں اس فتنہ کو بے نقاب کرتے رہے تو گلستانِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ایک پھول حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے افریقہ، یورپ اور امریکہ میں اس فتنہ کو جگہ جگہ براہِ راست چیلنج کیا اور متعدد مناظروں میں قادیانیوں کو عبرتناک شکست دی۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت کو موجودہ تحریک ختم نبوت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا

اور 1953ء کی تحریک ختم نبوت کے بارے میں اصل حقائق کا اظہار مولانا عبدالستار خاں نیازی سے زیادہ اور کون کرسکتا ہے، جنہیں اس تحریک کے دوران سزائے موت دی گئی تھی۔ آئندہ صفحات میں سوادِ اعظم کی اس تاریخی جدو جہد کا خاکہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کے الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ مولانا نیازی کا یہ انٹرویو ستمبر 1972ء میں ترجمان اہلسنت کے ختم نبوت نمبر میں شائع ہوا ہے جو انجمن طلباء اسلام پنجاب کے ناظم محمد اقبال اظہری نے لیا تھا۔ ہم اس انٹرویو کا محض وہ حصہ شائع کررہے ہیں جو 1953ء کی تحریک سے متعلق ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اس روداد کو پڑھ کو سوادِ اعظم کے ہر فرد کا سر فخر سے بلند ہوگا کہ آج لوگ جس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے قائدین، زعماء الغرض سوادِ اعظم کے ہر فرد کی زندگی کا ہمیشہ سے نصب العین رہا ہے۔

مرکزی سیکرٹری اطلاعات

جمعیت علماء پاکستان
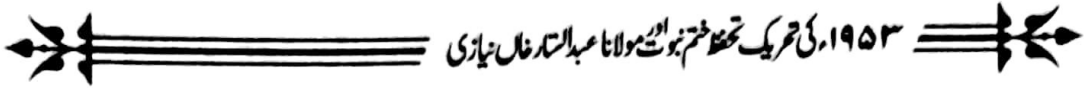
سوال: 1953ء میں مرزائیت کی جو تحریک چلی تھی اس کے کیا اسباب تھے؟

مولانا نیازی: دراصل 1953ء کی تحریک سے پہلے BBC رپورٹ آچکی تھی۔ خواجہ ناظم الدین صاحب نے بنیادی اصولوں پر غور وخوض کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی میں یہ تو کہا گیا تھا کہ ملک کا سربراہ مسلمان ہوگا لیکن یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ مسلمان کون ہے۔ یہ تحریک اسی لئے چلی کہ مسلمان کی تعریف کی جائے اور اسلامی شریعت کے مطابق جو شخص مسلمان نہیں اور اسلام کا دشمن ہے، وہ کلیدی اسامیوں پر نہیں رہ سکتا۔ اس دور میں ظفر اللہ وزیر خارجہ تھا اور وزیر خارجہ ہوتے ہوئے وہ عالم اسلام اور پاکستان کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ ہر جگہ مرزائیوں کو سفارتخانوں میں رکھ رہا تھا اور اس کا دماغ اس حد تک خراب ہوگیا تھا کہ اس نے قائداعظم کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی اور جب اس سے پوچھا گیا کہ نمازِ جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟ تو اس نے جواب دیا: یہ سمجھ لو کہ ایک مسلمان نے ایک کافر کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی یا ایک کافر نے مسلمان کی۔ میں نے اپنی ایک تقریر میں جو 10 مارچ 1956ء کو یومِ شہداء کے موقع پر کی تھی اس میں اس کی وجوہات بیان کی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

"فروری 1953ء کے آخر میں کراچی اور لاہور سے تحریک تحفظ ختم نبوت نے تین مطالبات کو خواجہ ناظم الدین کی مسلم لیگی وزارت سے منوانے کی خاطر "راست اقدام" کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ تحریک کی ابتداء ایک مجلس عمل نے کی۔ جس نے یہ پہلے سے بتا دیا تھا کہ تحریک کا مقصد تشدد یا قانون شکنی نہیں بلکہ اُس وزارت کو استعفیٰ دینے پر مجبور کرنا ہے جو

رائے عامہ کے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی اور اپنی جماعت کے فیصلے پر بھی عمل نہیں کرتی اور جس نے سوائے ''راست اقدام'' کے اور کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا، جس کے ذریعے یہ تین مطالبات منوائے جاسکیں۔ نہ ہی یہ وزارت ملک کا آئین مکمل کرنے پر آمادہ تھی۔ آئین کی عدم تکمیل کی صورت میں عام انتخابات کا بھی امکان نہ تھا جہاں رائے عامہ آئینی طریقے سے اپنے مطالبات پورے کرواسکتی، وہ تین مطالبات یہ تھے:

1......سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے کیوں کہ وہ اپنے اس مذہبی عقیدے کا خود اقرار کر چکے ہیں کہ برطانوی حکومت سے وفاداری ان کے دین و ایمان میں داخل ہے اور جو شخص کسی غیر مملکت کی حکومت سے شرعی وفاداری اپنے ایمان میں داخل سمجھتا ہو وہ پاکستان کی آزاد مملکت میں وزارت خارجہ جیسے اہم عہدے پر متمکن رہنے کا ہرگز اہل نہیں۔

2......دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ ہر مسئلہ میں جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم نہ کرے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات میں سے کسی کی تفسیر، تعبیر یا تاویل کا سوال پیدا ہو تو مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی کو اپنے لئے ضروری نہ سمجھے۔ پاکستان اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ یہاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر ایک وطن قائم کیا جائے۔ لہٰذا جو لوگ پاکستان میں رہنا چاہیں لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کو کسی مسئلہ میں آخری حجت تسلیم نہ کریں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کی پابندی نہ کریں انہیں آئین پاکستان کے ماتحت اقلیت قرار دینا چاہیے۔

3......تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد یہاں سب سے بڑا مسئلہ

حکومت کو اسلامی تعلیمات کے ماتحت لانے کا ہے کہ حکومت صرف وزارت کا نام نہیں بلکہ اس میں سرکاری ملازمین کو بھی بڑا دخل ہے۔لہٰذا جب تک پاکستان میں سرکاری محکموں کی کلیدی اسامیوں پر صرف ایسے سرکاری ملازمین کو مقرر نہیں کیا جاتا جو ہر مسئلہ میں خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں اور حضور ﷺ کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی اپنا ایمانی اور منصبی فرض سمجھیں، تب تک پاکستان کو اسلامی مملکت نہیں بنایا جا سکتا''۔

نوٹ: یہ تقریر کتابچہ کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔

سوال: آپ نے اس تحریک میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔کیا آپ اس کی کچھ تفصیل بتائیں گے؟

مولانا نیازی: اس تحریک میں علماء نے جب حصہ لیا تو برکت علی ہال میں ایک کنونشن ہوا، یہ قصہ 1953ء کا ہے۔اس میں ہم سب لوگ شریک ہوئے۔وہاں یہ طے پایا تھا کہ کراچی میں ایک آل پاکستان کنونشن ہو۔اس کے لئے تیرہ آدمیوں کو منتخب کیا گیا تھا۔ میں بھی ان میں پنجاب کی طرف سے بطور نمائندہ منتخب ہوا تھا۔احرار کے ساتھ ہم نے ایک مجلس تحفظ ختم نبوت بنائی تھی اور اس میں علماء اہلسنت کو بھی شامل کیا گیا۔مولانا ابوالحسنات صاحب کو مجلس عمل کا قائد بنایا گیا۔علماء اہلسنت نے بہت سرگرمی سے کام کیا لیکن میں نے اس مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام ضوابط کے تحت کام نہیں کیا۔کیونکہ انہوں نے مجھے اس میں شامل نہیں کیا تھا۔بہر حال میں نے اپنی بساط کے مطابق ملک بھر کا دورہ کیا اور یہ تین مطالبات جو کہ پہلے آ چکے ہیں پیش کئے:

☆......مسلمان کی تعریف کی جائے۔
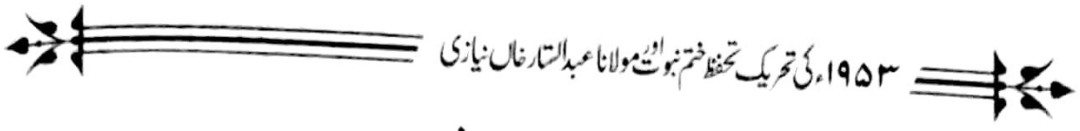
☆ ...... یہ طے کیا جائے کہ قادیانی مسلمان نہیں۔
☆ ...... ظفر اللہ کو ہٹایا جائے اور کلیدی اسامیوں پر غیر مسلموں کا تقرر نہ کیا جائے۔

مجھے ایک خصوصیت یہ حاصل تھی کہ میں اسمبلی کا ممبر تھا اور ممبران اسمبلی سے میرا تعلق رہتا تھا۔ علاوہ ازیں میں نے تحریک پاکستان میں جو کام کیا تھا اس کی وجہ سے مسلم لیگ کے کارکنان وغیرہ سے میرے تعلقات تھے اور کالجوں وغیرہ میں بھی طلباء سے تعلقات تھے مجلس تحفظ ختم نبوت نے کراچی میں کنونشن کیا۔ اس کے تیرہ نمائندوں میں میرا بھی نام تھا لیکن مجھے اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ گرم اور تیز آدمی ہے اور اس کی وجہ سے وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے۔ بالآخر دولتانہ نے ایک چال چلی، اس کا مقصد یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ میں نشانہ بنوں، نشانہ مرکز کو بننا چاہیے۔ ابتداء میں دولتانہ نے تحریک کی مخالفت کی لیکن جب تحریک نے زور پکڑا تو اس نے یہ چال چلی کہ اپنے صوبہ میں مخالفت نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ کہا کہ آپ کا مطالبہ آئینی ہے اور آپ کو مرکز سے رجوع کرنا چاہیے۔

احراری حضرات چاہتے تھے کہ دولتانہ ناراض نہ ہو اور انہیں معلوم تھا کہ میں حزب اختلاف میں ہوں اور میری شمولیت سے دولتانہ اس تحریک میں رکاوٹیں ڈال سکتا ہے، ان کی اس مصلحت کو میں برا نہیں سمجھتا، کیونکہ یہی صوبہ انہیں کام کرنے کے لئے بہت مناسب تھا۔ جب یہ تحریک تیز ہوگئی اور کراچی میں ملاقات کے لئے یہ حضرات گئے تو پتہ چلا کہ یہ گرفتار ہو گئے ہیں۔ یہ 25 فروری 1953ء کی بات ہے۔

میرا، ان سے یہ اختلاف تھا کہ لاہور سے آپ کے قافلے کراچی یعنی 750 میل دور جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں یہ کوئی پر اثر چیز نہیں ہوگی۔ دولتانہ غلط کہتا ہے کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں، اگر تحریک سے متفق ہے تو صوبائی اسمبلی میں جا کر

قرارداد پاس کرے اور دوسری بات یہ کہ دولتانہ بھی خواجہ ناظم الدین ہی کا بنایا ہوا ہے۔ میری رائے تو یہ تھی کہ کراچی والے کراچی میں پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں اور یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کر لے اور صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں اور وہ ہمارے مطالبات مرکز تسلیم کر لے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ کراچی جانے سے مجھے اختلاف ہے۔

علماء کی گرفتاری کی اطلاع مجھے جمعہ کے دن داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تقریر کے دوران ملی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ قافلہ جانے والا ہے تو میں نے کہا کہ اس کی بجائے پنجاب اسمبلی کا گھیراؤ کیا جائے اور انہیں مجبور کر دیا جائے کہ وہ مرکز سے ہمارا مطالبہ تسلیم کرائیں۔

تحریک چلتی رہی یہاں تک کہ سب قائدین گرفتار ہو گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد تحریک ختم ہونے لگی لیکن میں نے کہا کہ یہ تحریک ختم نہیں ہونی چاہئے۔ چنانچہ 27 اور 28 فروری کو میں نے علماء سے ملاقات کی۔ مولانا غلام غوث صاحب سے ملاقات ہوئی اور پھر ہم لوگ مل کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا اور بتایا کہ یہ تحریک آگے بڑھانی ہے۔ مولانا نے کہا کہ آپ کچھ دیر بعد آئیں تاکہ کچھ اور لوگ آجائیں اور پھر فیصلہ کیا جائے۔ وہاں مولانا مودودی نے کہا کہ میں ابھی تحریک میں شامل نہیں ہوتا۔ جب تحریک فیل ہونے لگے گی تو میں اس کو سنبھال لوں گا۔ میں نے کہا: مولانا! آپ اس کو نہیں سنبھال سکتے۔

میں نے علماء اور کارکنان کو جمع کیا اور ایک پرامن جلوس کا پروگرام بنایا۔ اس وقت بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا رابطہ جیل میں مجلس عمل کے حضرات سے تھا، ان کی معرفت ہم

نے ان کی رائے معلوم کی۔ انہوں نے کہا کہ اب کراچی میں گروپ بھیجنے کی بجائے لاہور میں ہی کام کیا جائے کیونکہ لاہور اور پنجاب سے جو گروپ بھیجے جاتے تھے انہیں راستے ہی میں اتار لیا جاتا تھا۔ غرضیکہ میں نے تحریک کو از سر نو منظم کرنے کا فیصلہ کیا اور 28 فروری کو اعلان کیا کہ آج تک یہ مذہبی تحریک تھی، اب یہ سیاسی تحریک بھی ہے، چنانچہ میں نے اس تقریر میں جس کا حوالہ میں نے دیا ہے، یہ بھی کہا:

''یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا نہیں۔ مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے منقطع نہیں، باوجود اس کے تحریک ختم نبوت کے متعلق یہ ایک افسوسناک سانحہ ہے کہ اس تحریک کو ان معنوں میں بار بار مذہبی تحریک کہا گیا ہے، گویا یہ ایک سیاسی، اقتصادی اور عالمگیر تحریک نہ تھی۔ جب ''مذہبی'' کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کی وہی گت بن جاتی ہے جس طرح 'مذہبی سکھوں' کی ترکیب لفظی میں مذہب کا اسلامی مفہوم مسخ ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ تحریک تحفظ ختم نبوت ان معنوں میں ایک مذہبی تحریک تھی۔ جن معنوں میں ''تحریک قیامِ پاکستان'' ایک مذہبی تحریک تھی۔ جن معنوں میں ''تحریک حصولِ کشمیر'' ایک مذہبی تحریک ہے اور جن معنوں میں سود کی ممانعت سے پاکستان کی اقتصادیات کو مغربی بنکاری کے انسانیت کش اثرات سے نجات دلانے کی تحریک ایک مذہبی تحریک ہوگی۔ اس غلط فہمی اور غلط بیانی کی ابتداء اس ماحول میں ہوئی جب کہ ''راست اقدام'' کو بغاوت کے مترادف قرار دینے کی ناجائز کوشش جاری تھی۔

جس شخص نے تحریک تحفظ ختم نبوت کی ابتداء اور ارتقاء کے مراحل کا مطالعہ کیا ہے اور اس وقت کی تقاریر اور جلسوں کی کاروائی اور کارکنوں کی جدوجہد اور تنظیم کی سرگرمیوں پر اس کی نگاہ ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس تحریک کے چلانے والوں کو صرف یہ خیال دامن گیر

تھا کہ وہ الٰہیات ،فقہ یا علم عقائد کا کوئی اصولی مسئلہ بجائے مدرسہ میں طے کرنے کے مسند حکومت پر سلجھانے کے خواہشمند تھے۔ بات یہ تھی کہ الٰہیات ،فقہ اور علم عقائد کے ایک مسلمہ مسئلہ کو بعض سیاسی ،اقتصادی اور عملی سازشوں کی مصلحت نے یوں الجھا دیا تھا کہ بغیر اس مسئلہ کو مسند حکومت پر بیٹھ کر طے کئے نہ ان سیاسی غداروں کا علاج کیا جاسکتا تھا جو نبوت کا نور ملکہ وکٹوریہ کے نور سے اخذ کرنا چاہتے تھے نہ ان اقتصادی رخنہ اندازوں کا قلع قمع ہوسکتا تھا جو امریکہ میں پیدا ہونے والے وافر غلے کی منڈی پاکستان میں مہیا کرنے کی خاطر ایک طرف پاکستان کے دریاؤں کا رخ بدلے جانے پر کسی عملی مداخلت کی بجائے UNO میں ساڑھے بارہ گھنٹے تقریر کرنا کافی سمجھتے تھے اور دوسری طرف ملکی غلے کو بھارت میں اسمگل ہونے کا موقع دے کر یہاں مصنوعی قلت اور قحط کی صورت پیدا کررہے تھے۔

نہ ہی ان عالمگیر سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا جو روس اور امریکہ کی لڑائی میں اسلام کے نام پر پاکستانی سپاہیوں سے وہی کام لینا چاہتے تھے جو پہلی اور دوسری عالمگیر جنگوں کے دوران راولپنڈی اور جہلم کے رنگروٹوں نے بغداد اور مصر میں حکومت انگلینڈ کی زریں خدمات بجالا کر انجام دیا تھا۔

تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کے دینی پہلو کو یکسر علیحدہ رکھتے ہوئے تین سراسر دنیاوی مسائل ایسے تھے جو پاکستان کو درپیش تھے اور درپیش ہیں اور جن کا حل سوائے ختم نبوت کے اصول کو پاکستان کی سیاست ،پاکستان کی اقتصادیات اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کا محور اور مرکز بنائے بغیر ممکن نہ تھا''۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان حالات میں ،میں نے مسجد وزیر خاں کو مرکز بنایا اور وہاں سے تحریک کو آگے

بڑھایا اور تحریک پر امن چلتی رہی، میں نے لوگوں کو ہدایت کی کہ مثبت نعرے لگائیں اور تصادم سے بچیں جبکہ حکومت یہ چاہتی تھی کہ تصادم ہو اور میں نے تصادم کے سب راستے بند کر دیئے۔ حکومت نے بہت کوشش کی کہ گڑبڑ پیدا کی جائے لیکن کامیاب نہ ہوسکی۔

اس تحریک میں جو آدمی بھی شریک ہوتا تھا وہ یہ طے کر کے آتا تھا کہ ناموسِ مصطفی ﷺ کے لئے جان دے گا۔ ہم نے طے کیا کہ اگر لاٹھی چارج ہوا تو لاٹھیاں کھاتے رہیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا، لیکن مولانا خلیل صاحب نے مشورہ دیا کہ ایسے موقع پر سب زمین پر لیٹ جائیں۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا) پولیس نے لوگوں کو اٹھانا چاہا لیکن وہ نہ اٹھے۔ ایک ڈی ایس پی نے ایک نوجوان کو ٹھوکر لگائی، اس کی بغل میں حمائل تھی، وہ دور جا پڑی اور پھٹ گئی۔ کچھ نوجوان ڈی ایس پی کو دیکھ رہے تھے (اس دن تین جلوس روانہ کئے گئے تھے، گورنمنٹ ہاؤس، سول سکرٹیریٹ اور ڈسٹرکٹ کورٹ کی طرف، یہ لوگ پر امن طور پر واپس آ گئے۔ کچھ گرفتاریاں بھی ہوئیں) ڈی ایس پی کے ٹھوکر لگانے پر لوگ بپھر گئے، وہاں ایک آدمی تھا جس کا نام میں نہیں لینا چاہتا۔ اس نے دہلی دروازے کے باہر تقریر میں اس واقعہ پر لوگوں کو بھڑکا دیا۔

میرا ہیڈ کوارٹر مسجد وزیر خاں تھا۔ ان کی اسکیم یہ تھی کہ اس شخص کو پکڑ کر لے جانے سے تحریک ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے دیکھا کہ کس وقت میں اکیلا ہوتا ہوں۔ عصر کی نماز میں عام طور پر کام کی زیادتی کی وجہ سے میں آخری صف میں کھڑا ہوتا تھا۔ انہوں نے اسکیم بنائی کہ آدمی بھیج کر اسے اٹھوا لیا جائے۔ میں مسجد کے حجرے میں بیٹھا نوجوانوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایک شخص آیا اور دیکھ کر واپس چلا گیا۔ میں نے نوجوانوں کو بتایا کہ یہ آدمی مشکوک نظر آتا ہے اس کا تعاقب کرو۔ نوجوان اس کے پیچھے گئے لیکن اسے پکڑ نہ سکے۔

اس کے کچھ دیر بعد ڈی ایس پی پولیس کا ایک جتھا لے کر وہاں آیا اور مسجد میں داخل ہونا چاہا۔ ہم نے مسجد کے باہر باقاعدہ پہرہ لگایا ہوا تھا اور کوڈ ورڈز سے اطلاعات دیتے تھے۔ رضا کاروں نے دروازے پر انہیں روک لیا اور ڈی ایس پی کو موقع پر ہی لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کچھ پولیس والے بھی زخمی ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ کل پھر تشدد کیا جائے اور میں سمجھ گیا تھا کہ حکومت اپنی چال میں کامیاب ہوگئی ہے۔

ہمارا طریقہ یہ تھا کہ دن بھر تقریریں ہوتی تھیں اور رات کو بھی تقاریر کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ رات کو ایک ڈیڑھ بجے ہم لوگ مسجد سے ایک اور پوشیدہ محفوظ مقام پر منتقل ہو جاتے تھے۔ میں چوکنا ہو گیا، میں نے 4 تاریخ کو جلسے میں ایک قرارداد پاس کرائی کہ جن لوگوں نے ڈی ایس پی کو قتل کیا ہے، انہوں نے برا کیا ہے اور وہ ہمارے آدمی نہیں، وہ حکومت کے آدمی ہیں اور اس طرح تحریک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور ہماری پرامن تحریک کو انتشار کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے نوجوان پر امن رہیں اور اس تحریک کے دوران ڈیوٹی پر جو مسلمان ہلاک ہوں گے، وہ شہید ہوں گے اور یہ قرارداد پاس ہوگئی۔

صبح کو ہم نے پروگرام شروع کیا۔ لیکن صبح تشدد کیا گیا اور بے تحاشہ فائرنگ کی گئی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردیوں میں آ کر بے تحاشہ فائرنگ کرنے لگے۔ ہمارے نوجوان علماء نے اس موقع پر جو قربانیاں دیں، انہیں سن کر یقینا آپ دنگ رہ جائیں گے۔ جب مسجد وزیر خاں سے ہمارے دستے نکلتے تھے تو دہلی دروازے کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ انہوں نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔

ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا اور اس کے نعرے صرف لا الہ الا اللہ، نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت تھے۔ وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی، وہاں نوجوان سینہ کھول کھول کر

سامنے آئے اور جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔ یہ 5 تاریخ کا واقعہ ہے،6 تاریخ کو جمعہ تھا،انہوں نے یہ شرارت کی کہ ایک پوسٹر نکالا ،جس میں اعلان کیا گیا کہ آج نیازی جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے تاکہ ہماری قوت تقسیم ہو جائے۔میں نے ایک جیپ کے ذریعے اعلان کیا اور اس پوسٹر کی تردید کی ۔نتیجہ یہ ہوا کہ 6 تاریخ کو شاہی مسجد میں ہمارا کوئی آدمی نہیں گیا،اسی دن مارشل لاء لگا دیا گیا۔ہماری تحریک کامیاب ہو چکی تھی۔

صوبائی حکومت نے میرے پاس اسمبلی کے اسپیکر کو بھیجا اور کہلوایا کہ پنجاب کی حکومت آپ کے مطالبات حکومت کو پہنچائے گی اور آپ سے بات چیت کرے گی،اس سے پہلے گورنر نے ان معاملات کو روکنے کے لئے بہت کوششیں کیں۔ہم نے ان سے وعدہ کیا کہ تحریک پرامن رہے گی اور آپ کو ہماری تحریک کو ختم کرنے کی کوششیں ختم کرنا ہوں گیں۔

6 تاریخ کی رات کو متعدد آدمی خوف و ہراس کی وجہ سے اور بجلی کے نظام کے ختم ہو جانے کی وجہ سے نہیں آئے۔میں نے حاضرین کو بتایا کہ آپ کی تحریک کا محافظ اللہ ہے اور مردانہ وار بڑھتے رہو۔چنانچہ 7 تاریخ کو پورے اہتمام سے پروگرام جاری رکھے گئے اور بڑا زبردست اجتماع ہوا۔مسجد وزیر خاں کو میں نے ایک قلعہ قرار دیا،جسے کوئی فتح نہیں کرسکتا۔مارشل لاء کے باوجود 7 اور 8 تاریخ کو جلسے ہوتے رہے،ان بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر میں نے کسی اور جگہ مرکز بنانے کے متعلق سوچا۔9 تاریخ سے اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا،اس لئے میں اس پوشیدہ جگہ سے منتقل ہو گیا۔9 تاریخ کو ہمارے دیگر ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔میرے خلاف ایک مقدمہ قتل درج کرلیا گیا۔

میرا پروگرام یہ تھا کہ میں سیدھا اسمبلی میں داخل ہو جاؤں ۔میں نے سوچا کہ

لاہور سے باہر چلا جاؤں اور کوئی روپ دھار کر گاڑی میں آؤں اور سیدھا اسمبلی ہال میں داخل ہو جاؤں۔ میں نے 16 تاریخ کو اسمبلی میں شریک ہونے کا پروگرام بنایا۔ بہر حال اسمبلی سیشن 22 تاریخ تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔ میں ریڑھی میں بیٹھ کر مسلح نوجوانوں کی حفاظت میں لاہور سے نکل گیا۔ ہم بے شمار تکالیف کے بعد اوکاڑہ پہنچے۔ وہاں سے پاک پٹن شریف گئے۔ ملٹری والے مجھے تلاش کرنے میں پوری طرح مصروف تھے۔ پاک پٹن سے میں قصور گیا۔ قصور میں جن لوگوں کے ہاں میں رہا، انہوں نے غداری کی اور ملٹری کو اطلاع کر دی۔ اگر مجھے آدھا گھنٹہ اور مل جاتا تو میں اسمبلی گیٹ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا۔ میرا پروگرام یہ تھا کہ فوج کے قبضے میں جانے سے پہلے اسمبلی میں تقریر کروں اور اپنی تحریک کے بارے میں پوری تفصیلات بتا دوں۔ وہاں سے روانگی سے پہلے وہ آگئے اور مجھے گرفتار کر کے قصور اسٹیشن لے گئے۔ میرے ساتھ بشیر مجاہد بھی تھا، اسے بھی گرفتار کر لیا۔ ہمیں قلعہ میں لایا گیا۔

23 مارچ سے 9 اپریل تک ہم قلعہ میں رہے۔ مجھے 10 نمبر کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور سب معلومات حاصل کیں۔ میرے بیان کے بعد ایس پی نے کہا کہ آپ کا مقصد تو ٹھیک تھا۔ وہاں سے مجھے جیل منتقل کیا گیا اور مجھے چارج شیٹ دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا جو 17 اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔ مودودی صاحب کا کیس میرے بعد چلا۔ 7 مئی کو 9 بجے مجھے بلایا گیا اور اسپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن میرے پاس آئے۔ مجھے ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے کیس کے اور ملزم بھی تھے۔ قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا۔ دوسرا کیس بغاوت کا تھا، اس میں ثبوت کے لئے میری دو تقریریں تھیں لیکن ان میں بغاوت کا کوئی جملہ بھی نہیں تھا۔ کیس ختم ہو گیا اور مجھے قتل کے

کیس سے بری کر دیا گیا اور دوسرے کیس کے متعلق انہوں نے مجھے ایک آرڈر پڑھ کر سنایا:

"تمہیں گردن سے پھانسی پر چڑھایا جائے گا یہاں تک کہ تم مر جاؤ"۔

میں نے یہ آرڈر لے لیا اور اس افسر نے مجھ سے کہا کہ اس پر دستخط کرو۔ میں نے کہا: جب میں رسی کو چھوؤں گا تو اس پر دستخط کروں گا۔ اس نے کہا: تمہیں اس پر ابھی دستخط کرنا ہوں گے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں جس وقت پھانسی پر پہنچوں گا تو اس پر دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں، میں آپ کے پنجوں میں ہوں، مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو، اور میں دستخط کر دوں گا۔ انہوں نے پھر کہا کہ دستخط کرو لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ بولا کہ آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ بہت تعجب ہے کہ میں جیل میں ہوں اور آپ میرے دستخط مانگ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں۔ میں نے بڑے اطمینان سے دستخط کئے اور تاریخ ڈال کر انہیں دے دیا اور میں نے کہا کہ یہ تو کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے، میں تو اس سے بھی زیادہ کے لئے تیار تھا۔ انہوں نے میری ہمت کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ تم میری (Moral) ہمت کے بارے میں پوچھتے ہو، وہ تو آسمانوں سے بھی بلند ہے اور تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

وہ چلے گئے اور میں کمرے میں تنہا رہ گیا۔ اب میں آپ کو دل کی بات بتاتا ہوں کہ جب میں نے موت کا یہ پیغام سنا تو میری کیا حالت تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی
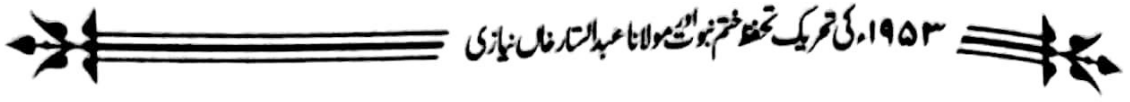
اور مجھے قرآن شریف کی یہ آیت یاد آ گئی۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔

[الملك،۲:٦٧]

"(اللہ تعالیٰ نے) زندگی اور موت کو اس لئے بنایا ہے کہ تمہیں آزمائے تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے"۔

اور میں نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت وحیات کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے اور اگر اس مقصد کے لئے جان جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ بہر حال ان کے جانے کے بعد مجھ پر پھر خوف کا حملہ ہوا لیکن فوراً یہ شعر میری زبان پر آ گیا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

اس کے بعد جب میں باہر آیا تو جیل والوں نے یہ خیال کیا کہ نیازی کو بھی انہوں نے بری کر دیا ہوگا۔ مجھ سے سپرنٹنڈنٹ نے کہا: نیازی صاحب! مبارک ہو، بری ہو گئے۔ میں نے کہا: اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔ اس نے کہا: کیا مطلب؟ میں نے کہا کہ اب ان شآءاللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست کے کسی کونے میں میرا نام بھی درج ہوگا۔ پھر بھی وہ نہ سمجھا، میں نے کہا: میں کامیاب ہو گیا۔ پھر مجھے ایک الگ کمرے میں لے جایا گیا اور مجھے کپڑے اتار کر پھانسی کا لباس پہننے کا حکم دیا گیا۔ مجھے ایک کرتا، پاجامہ، تولیہ اور چادر وغیرہ دیا گیا اور جیل کا لباس پہنا دیا گیا۔ میری سزائے موت کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور جیل کے قیدی تک مجھے دیکھ کر روتے تھے۔ مجھے پھانسی کی
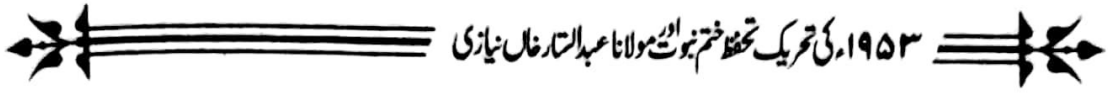
کوٹھری میں لے جایا گیا۔ میں نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور کہا کہ کتنے عاشقانِ رسول جامِ شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں ایک اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری بہت خوش قسمتی ہوگی۔

12 تاریخ کی شام کو مغرب کے بعد میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، حقیقت یہ ہے کہ جو ایام میں نے جیل کی اس کوٹھری میں گذارے ان دنوں میری صحت اتنی اچھی ہوگئی کہ لوگ حیرت کرتے تھے۔ (اسی دوران) ایک آدمی کو میرے سامنے لایا گیا (جس کی زبانی) مجھے معلوم ہوا کہ ایک اور مولوی کو سزائے موت ہوئی ہے اور اسے لایا گیا ہے۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ اسے مودودی کہتے ہیں، وہ پانی مانگ رہا ہے، میں نے شربت بنا کر بھیجا۔ پھر روزانہ پچھلے پہر جب بارکیں تبدیل ہوتیں تو مجھے ایک دن مودودی صاحب سے ملنے کا موقع مل گیا۔ 13 تاریخ کو ان کے صاحبزادے ملنے آئے اور وہ مجھ سے بھی ملے، میں نے انہیں تسلی دی اور کہا: بیٹا! یہ تمہارے باپ کو پھانسی نہیں دے سکتے۔

ہم لوگ سینٹرل جیل میں تھے۔ ایک دن ملٹری آفیسر بھاگتا ہوا آیا اور مبارک باد دی کہ تمہارا پھانسی کا حکم 14 سال کی سزائے قید میں تبدیل ہوگیا۔ مودودی صاحب نے مجھے مبارکباد دی لیکن میں نے کہا: آپ یقین رکھیں، آپ کے لئے بھی آرڈر آجائے گا، اور ایسا ہی ہوا، شام کو ان کے لئے بھی آرڈر آگیا۔ مولانا خلیل صاحب کو بھی 7 سال کی سزا ہوئی ہے۔ کچھ دیگر لوگ تھے، ہم پانچ آدمی تھے، ہمیں اے کلاس دی گئی۔ اس سال ہم نے عید جیل میں کی۔ قیدیوں نے جیل میں مجھے عید کا خطبہ دینے پر مجبور کیا۔ عید سے پہلے مودودی صاحب کو ملتان منتقل کر دیا گیا۔ اس دوران کچھ لوگ معافیاں مانگ کر جانے لگے لیکن میں نے معافی مانگنے سے قطعی انکار کر دیا۔ 23 مارچ 1953ء کو ہمیں گرفتار کیا گیا اور

29اپریل 1955ء کو ضمانت پر رہا ہوئے، یہ ہو گئے دو سال ایک ماہ اور چھ دن۔

اس وقت سارا ملک تحریک کی اہمیت سے آگاہ نہیں تھا۔ اب تحریک کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ اب قادیانیوں نے یہودیوں کے ساتھ مل کر پاکستان کی تباہی کا پروگرام بنایا ہے اور حکومت کو آلۂ کار بنایا ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ الیکشن ہوں یا حکومت کے جلسے ہوں وہ حکومت کی مفت کی فوج ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ یہاں پر سیکولر نظام ہو۔ اگر یہاں اسلامی نظامِ حکومت آجاتا ہے تو انہیں اپنی موت نظر آتی ہے۔ اس لئے ان کی کوشش یہ ہے کہ یہاں اسلامی ریاست قائم نہ ہو اور پھر چونکہ یہ لوگ مختلف شعبوں میں حاوی ہو گئے ہیں، اس لئے ان کا فتنہ بڑھ رہا ہے اور لوگ اس سے بخوبی واقف ہو رہے ہیں۔

یہ بالکل طے شدہ بات ہے کہ اگر ملک بچ سکتا ہے تو نظریۂ پاکستان سے اور نظریۂ پاکستان کی وضاحت ایک جملے میں ادا کی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ "تحفظ عقیدۂ ختم نبوت"۔ اس لئے اب جو تحریک چلے گی تو وہ علمی، تحقیقی تحریک ہوگی۔ اس لئے میں پر امید ہوں کہ اب تحریک ایسی ہوگی جو پر امن طور پر مجبور کر دے گی کہ حکومت کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو اور کتاب وسنت کے الفاظ کا پاکستان کے آئین میں ہونا تحفظ ختم نبوت کے لئے بنیاد ہے۔

ختم شد

حکیم الامت علامہ اقبال
اور
ختمِ نبوّت

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد — بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفل ایام را — او رُسل را ختم کرد، اقوام را

خدمت ساقی گری باما گذاشت — داد ما را آخریں جامے کہ داشت

لانبی بعدی زاحسانِ خداست — پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است

قوم را سرمایۂ قوت ازو — حفظِ سرِ وحدت ملت ازو

ترجمہ:

خدا نے ہم پر شریعت ختم کی اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسالت ختم کی۔ ہمارے دم قدم سے جہان میں رونق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسولوں کو ختم کیا اور ہم نے قوموں کو۔ ساقی گری کی خدمت اس نے ہمارے سپرد کی، اور جو آخری جام تھا ہمیں دے دیا۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (حدیث) خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دین مصطفیٰ کی عزت کا بھرم قائم ہے۔ اسی سے قوم کو قوت کی دولت ملی اور ملت کی یگانگت کا راز بھی یہی ہے۔